

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



اجتہاد اور فقہی مذاہب کا ارتقاء

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب

ترجمہ: محمد طفیل صاحب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقابلہ کا آغاز ان سطود سے کروں جو میں نے
اپنے خطبات کے مجموعہ "تاریخ دعوت و عزیمت" کے مقدمہ میں تحریر کیں۔

۱ اسلام کی دائمی حیثیت

یہ پیشہ اور حقیقت ہے کہ زندگی تحرک اور ترقی پذیر ہے، یہی شہزاد رہتی
ہے، اس میں نشوونما کا عمل مسلسل چارسی رہتا ہے، ایک حالت سے دوسری
حالت میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ نیز ایک رنگ سے دوسرے رنگ میں دھلتی
رہتی ہے۔ اسے جبود یا مکمل اولاد حق نہیں ہوتا، بلکہ یہ بڑھاپے اور لقطل کا شکار
ہوتی ہے۔ اس کے طویل اور مسلسل سفر ہیں۔ وہی حرکتی دین اس کے مکالم رکاب
ہو سکتا ہے جو نہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہے، تھہری اس سفر سے حاجز آئے،
بلکہ اس کے قدم سے قدم ملا کر چلے۔ اور اس کا جو ہر، اور ارتقاء ختم نہ ہو۔

اسلام ہی ایسا دین ہے۔ اگرچہ اس کا خمیر سچتہ عقائد اور ابدی حقائق سے اختلاجیا گی، تاہم وہ زندگی سے لبر میں اور ارتقامت سے پُرد ہے۔ اس کے باہم ایسا جو ہر جیات موجود ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور ایسا مودلتا ہے جو کم نہیں ہوتا۔ یہ دین ہر زمان و مکان کے لئے قابل عمل ہے۔ اس کے پاس ایسی روشنی ہے جو زندگی کے ہر نئے انداز کے لئے، نسل انسانی کے لئے تاریخ کے ہر دوریں، بیان مفید ہے۔

اکثر مسلمانوں کے عقیدے کے برعکس اور بہت سے مستشرقین اور مغربی مورخین کی پیشہ کردہ تصویر کے بخلاف، اسلام کی ایک دور کی تہذیب نہیں، نہ ہی کسی خاص تاریخی دور کی صنعت و حرفت سے عبارت ہے کہ وہ اسی دور کے آثار و قواعد کی نمائندگی کرے۔ پھر وہ رسماں اور تھاؤپر میں زندو رہے جبکہ حقیقی زندگی سے اسے کوئی تعلق نہ ہو، اور مسائل زلیٹ کو اپنے پیغام کی روشنی میں حل کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جیسا کہ یونانی اور رومی تہذیب ہبوب نیز ترکی اور مغلیہ صنعت و حرفت کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

لیکن وہ ایک زندہ دین ہے، اس کا پیغام ابدی ہے، وہ زندگی کی طرح زندہ اور فطری حقائق اور زندگی کے توائف کی مانند ابدی اور دائمی ہے۔ کیونکہ اسے عطا کرنے والا، غالب اور جاننے والا ہے۔

صَنَعَ اللَّهُ الْكَلِمُ الْقَنْ كُلُّ شَيْءٍ (رسورۃ النمل آیت ۸۸)

 ترجمہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب سچتہ طور پر بنایا ہے۔

اللَّيْمَ الْكُلُّ مِنْ لَكُمْ دِينُكُمْ وَأَنْتُمْ مِنْ عَلَيْكُمْ لِعْمَرْتِي وَرَضِيَتِي اللَّهُمَّ

الْاِسْلَامُ دِينِنَا رَسُولُنَا آیَتٌ (۳)

(ستودن) اب ہم تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر چکے، اور ہم نے تم پر اپنا
اد ۱۰۰ بورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لئے راسی) دین اسلام کو پسند کیا۔“
اس دین کو کاملیت حاصل ہے، اس کے بعد کسی اور دین کا انتظار نہیں ہو
گا، اس کی موجودگی میں کسی بنتے پیغام کی ضرورت نہیں۔ اس میں ایسا جو ہیات
موہرہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور اس میں نوکی وہ کیفیت ہے، جس کی کوئی
انہما نہیں۔ اسی وجہ سے وہ ایک طرف زندگی کے دوش بدش اور اس کے
قدم سے قدم ملائے رواں دواں ہے، تو وہ سری چائب اس کی اصلاح اور
درستگی کے لئے اس کی نگرانی اور رہنمائی کرتا ہے، اور اس کی کجی اور مگر اسی کو
درست کر دیتا ہے۔ وہ بہت سے تحریف شدہ ادیان کی طرح ترقی کی رہے ہیں
حائل نہیں، نہ ہی وہ بہت سے نظری فلسفوں کی طرح جامد تکڑاں ہے۔ یہ زندہ
ان لوگوں کے لئے زندہ اور کامل دین ہے جو انسانی شعور کا اور اس کی رکھنا اور اس
کی ضروریات کا انتظام کرتا ہے، متكلمات میں اس کی رہنمائی کرتا اور برائی کی جانب
چلانے سے اسے روپا ہے۔ ۲

۲ اُمّتِ مسلمہ، شریعتِ اسلامیہ، اور انسانی زندگی

اُمّتِ مسلمہ اس امر کی صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ لاتحداد تنیّرات غیر محدود

اور قیاس کی حد سے فردوں ترسائیں کا حل پیش کرے۔ چنانچہ وہ زمان و مکان کے اختلاف اور بس و ماحول کی بولگمنی کا دوقوتوں سے مقابلہ کر سکتی ہے۔

پہلی قوت:- وہ پوشیدہ جو ہر جیات ہے جو اسلام کی ساخت میں موجود ہے۔ یہ ہے جو ہر ما حول، ہر خط اور تاریخ کے ہر دور میں زندہ رہتے اور رہنا ٹیکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت اور پوری انسانیت کے لئے مکمل بہایت عطا کی جو ہر زمان و مکان کے لئے مفید ہے، زندگی میں پیدا ہونے والے نئے امور اور طریقوں کا مقابلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے، جو سبھی مشکلات اور مسائل درپیش ہوں وہ انہیں حل کرتی ہے۔ جو کچھ میں نے کہا اس کی تفصیل چاندنے کے لئے قرآن حکیم، صحیح احادیث اور مصادر اسلامی کا گہرا اور دستین مطالعہ ضروری ہے۔

دوسرا قوت:- یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس امر کی صانت ہبھیا کی ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے والی ملت (اسلامیہ) کو ہر دور میں فعال اور مضبوط رجال کا عطا فرماتا رہے گا، جو اسلامی بہایت کو عملی زندگی کی طرف منتقل اور انہیں ہر دور میں نافذ کرتے رہیں گے اور وہ مردانِ کار اسلامی شریعت کے عطا کر دے اصول و قواعد شریعت کی روح اور مقاصد کی روشنی میں ہر طرح کی مددات جدید امور اور پیغمبر مسیل کو حل کرتے رہیں گے۔ اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ امت کبھی بھی علم و معرفت کے ماہر علماء اور نکری قائدوں سے محروم نہیں۔

رسی، جن کے میخار اور تقداد کی کسی بھی قوم میں شال نہیں ملتی۔

۳ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اجتہاد اور مجتہدین

اسلام جزیرۃ العرب میں طلوع ہوا یہاں زندگی سادہ اور تہذیب اپنے ابتدائی روزیں سمجھی۔ ہمارے سے اسلام ایسے وسیع اور زرخیز علاقوں میں پھیلا جو قریب ترین میتوں کے مرکز اور وسیع علاقوں پر مشتمل تھے جیسے شام، عراق، مصر اور ایران۔ یہاں سماجی زندگی وسیع ہو چکی سمجھی۔ تجارت، حکومت، زراعت، آپاشی اور لیکھوں کے نظام راست تھے۔ سب سے اہم جو مسئلہ دریشیں تھا وہ یہ تھا کہ اسلامی اصولوں کو ان امور اور مسائل سے ہم آنہنگ کی جائے اور معاشرے کو اسلامی روح اور اساسیات کا تابع بنایا جائے۔ یہ کام بلند پایہ ذہانت، باریک بیتی اور ہم عصر معاشرے سے مسلمانوں کی گھری واقفیت کا مقاضی ہے اس کے ساتھ نفیات اور انسانی خطرت سے کامل آگہی نیز قوم کے مختلف گروہوں اور زندگی کے زاویوں کے بارے میں وسیع تجویز چاہتا ہے۔ مزید برآں وہ یہ سمجھی مطالبہ کرتا ہے کہ کتاب و شست میں موجود دین کے فقیہی سرمایہ کی وسیع معلومات حاصل ہوں، علم کے بیان دی اور قذاد اسلامی قانون سازی کے اساسی قواعد میں ممارست نیز عربی زبان میں ہمارت اور کمال حاصل ہو۔ کیونکہ میہی وہ زبان ہے جس میں قرآن حکیم نازل ہوا و درج میں بھی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادات فرمائے۔

اس امت پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس نے اس اہم منصب کی سہولت

کے لئے امت کو ایسے رجال کا عطا فرمائے جن کا شمار بالفہرستگار میں ہوتا ہے اور ان کی نظر نہیں ملتی۔ ان حضرات نے تفہیم، امانت اور خلوص میں منفرد مقام حاصل کیا ہے۔ انہیں حضرات میں سے یہ چار آئندھی ہیں۔

۱- امام ابوالجینف متوفی ۱۵۰ھ بے۔ امام ماک متوفی ۱۶۹ھ

۲- امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ ۳- امام احمد بن حنبل متوفی ۲۰۷ھ

ان فقہاء کا فقہی سر رایا زندہ جاوید ہے۔ اور عالم اسلام میں سے اکثریت اُس پر عمل پیرا ہے۔ یہ چاروں فقہاء و سیع اور قبیل نکتہ فہمی میں ممتاز تھے۔ انہوں نے فقہی اور تخلوی مساع کو تشكیل دینے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں اور اپنی خداوار صلاحیتیں صرف کیں۔

اس فقہی مساع کا دنیا میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ فقہ آج کے دور میں بھی قانون سازی کے لئے بیادی ماضی کی جیتیت رکھتی ہے۔ ان آئندہ نے اپنے کو اس گران قدر خدمت کے لئے وقت کیا اور آج امت مسلمان کی پیری کر رہی ہے۔ انہوں نے زندگی میں ہر آرام، راحت اور منصب و مرتبہ قربان کر دیا اور ان میں سے ہر ایک نے علمی مساع اور فقہی میراث، یا کاغر جوڑی جو آج کے علمی اداروں اور بڑی بڑی تنظیموں کے پاس موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان فقہاء کو معاشرت مند شاگرد عطا فرمائے تھے، جو زصرف ان کی علمی میراث کے وارث ہوتے بکھہ انہوں نے اس میں اضافے بھی کئے۔ وہ اس کی چنان پیشک کرنے اور اس کی نوک پک سنوار نے میں مصروف رہے۔ بیہاں ہمک کہ فقہاء میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ

وہ ان کے بعد کے زمانوں اور ان کے ملکوں سے باہر نکل کر دوسروں سے علاقوں میں
راجح ہو سکے۔ ۲

۳) امتِ اسلامیہ کی زندگی میں اجتہاد کی فضیلت

ان آئندہ مجتہدین اور فقہائے کرام کا وجود اسلام کی اپنی صدیوں تیں روشنی
کا بیشار تھا۔ ان کی کوششوں اور دانائی کے سبب امت کے سماجی امور، باہمی
معاملات اور مالی پالیسیوں میں وحدت عمل پیدا ہوئی۔ اور میہی وحدت عبادات،
خاندانی نظام اور شخصی قانون میں سمجھی لظر آنے لگی۔ اسی استادانے دینی اور فکری
ہم آہنگی کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت اس سماجی اور قانونی
انتشار سے محفوظ رہی ہے جس انتشار کا دوسری قومیں اور ادیان اپنے ابتدائی ادوار
میں شکار ہونے اور سچی انتشار آہستہ آہستہ انہیں غیر دینی زندگی کی طرف لے گیا اور
اس طرح ایسا دینی نظام وجود میں آیا کہ اقوام اپنے دین کی مبادیات کے خلاف دیگر اقوام
کی خوش چیزیں کرنے لگیں یا مسیحیت کی طرح "دین میاست سے جدا ہے" کے مفروضے
کے مطابق عمل کر دیا۔

اگر ابتدائی دور کے علاوے کرام اجتہاد اور مسائل کے استنباطات میں سستی
سے کام لیتے اور محنت و مشقت پر آرام و راحت کو ترجیح دیتے تو ان کے علیٰ نتا بچ
اور کارناتے بخوبی ہو جاتے اور ان کے اذہان پر جبود طاری ہو جاتا چنانچہ زندگی
کی عملی مشکلات اور تھاںوں کے پیش نظر حکومتوں مجبور ہو جاتیں کہ وہ رفتی اور ایرانی

نظموں کی خوش صیبی کریں، اسلامی ریاست میں رومی اور ایرانی قانون نافذ کریں کیونکہ انتظامی ڈھانچے کو چلنے سے کوئی نہیں روک سکتا اور قانون سازی کے انتظار میں زندگی کی حرکت کو کوئی معطل نہیں کر سکتا، اسی طرح تجارتی معاملات کی تکمیل اور دینی فرائض کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کی جاسکتی کہ علمائے کرام عنود خوض کر کے کسی حقیقی نیت پر بکھر جائیں اور ان امور کی بجا اور سی محکن ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو امت کی بہت بڑی بدنیت ہوتی کیونکہ وہ اسلامی قانون کی برکتوں، اسلامی معاشرے کی نعمتوں، اسلامی شریعت اور رستہ نبوی کی رہنمائی سے محروم ہو جاتی۔ یہ امر اس کا مقدمہ ہوتا کہ وہ دینی رحمت اور کیثیت سے نظر مسجدوں میں وقتو طلب پر زندہ رہے، ان کے لئے بازاروں اور مدارتوں میں کمبھی سے بامہیت یا لا دینیت کا دور درہ ہوتا جیسا کہ ان حماک اور ریاستوں میں ہے، جن کا سرکاری مذهب عیسائیت ہے لیکن وہ عیسائی قانون سے محروم ہیں۔ افسوس اور رحمت کے ساتھ ذکر کیا جانا ہے، کہ جیسا ان حماک اور اسلامی قانون اور شریعت ان کے ہاں رابح نہیں۔ عیسائیت کو ایسا اس آئتنا ہے، کیونکہ آئین کی دولت سے محروم ہے۔ اسی لئے وہ پوری زندگی میں دین کے نفاذ پر اصرار نہیں کرتی، لیکن اسلام میں یہ تصور لانا اسان کام نہیں کیونکہ وہ دین اور ریاست، عقیدہ اور ریاست نیز عبادت اور سماج سے عبارت ہے اور امت اپنی زندگی کے حضرناک اور مشکل دور سے کامیابی کے ساتھ گزر کر آگے بڑھی اور صدر اپنے پر کھڑی رہتی، ایک بڑی غلطی ہو یا دس چھوٹی غلطیاں اسلام کی

سامجی زندگی یا سیاسی نظام سے تعلق توڑنے کے لئے کافی ہوئی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں آئندہ نسلوں کے لئے دین کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھنا براۓ نام رہ جاتا ہے۔

یہی حال تفصیلی احکام کا ہے۔ جن امور کا تعلق عبادات سے ہے ان میں جو مسائل اور مشکلات درپیش ہوتی ہیں اور بتھا صنانے لیش ری یو غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں۔ بسا اوقات سہو، بھول، نیبان، غفلت وغیرہ کی بیاد پر ہوتی ہیں جو اتباس لاحق ہو جاتا ہے وہ کبھی جان بوجھ کر ہوتا ہے اور کبھی شرکیت سے عدم واقفیت کی وجہ سے۔ ان میں جو کمی جیسی پائی جاتی ہے اس کے اسباب علم، دینی تفاقت اور اسلامی تربیت میں فرق ہے یا قبولیت اسلام میں تقدیم و تاخیر ہے، مکمل اسلامی ماخول، اسلام اور جدید معاشرتیں یا مخلوط ماخول بھی ان وجوہات کا حصہ ہیں۔ یہ تمام معاملات فیصلہ کرن جواب اور فوری حل کا مطابکر تر ہیں۔ ایک شخص جواب نہ ملنے کی وجہ سے منہ موزگی خالانکروہ اس کا اصرار کرتا ہے اسے یہ درزہ دار ہے جس نے اپنے کو کھانے سے روک دیا اور یہ کبھی قوری چاہتا ہے کہ مسلمان پر کسی ماں میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟ زکوٰۃ کی مقدار کیا ہے؟ اس کے مصارف کون سے ہیں؟ یہی حال جچ کا ہے۔ جو ایک دیست فریضہ ہے؟ جو طبی مدت، طویل مدت، ایک رکن سے دوسرے رکن نیز ایک جگہ سے دوسری جگہ نہایت اختیاط اور پیچپیگی سے مشتمل ہونے پر مشتمل ہے۔ ان امور کی بجا اور کے لئے رہنمائی، شرعی حکم، سنت بنوی اور اسوہ رسول اللہ علیہ وسلم سے واقفیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے کوئی مثلہ صحی ایسا نہیں ہے جس میں

ہدایت دینے کا امکان ہو۔ جس شخص کو یہ مسائل در پیش ہوتے ہیں اس کے لئے
مکن نہیں ہوتا کہ وہ انہیں سابقہ شریعتوں کے مأخذ سے تلاش کر لے یا غلطی کا شکار
رہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ مذکور کی احکام، ان کی بجزئیات اور فقہی معلومات
پاسانی میسر ہوں اور ایسے علمائے کرام بھی موجود ہوں۔ بخوبی علوم میں مہارت
رکھتے اور رہنمائی کے لئے مستعد ہوں۔ اسلامی معاشرے کی سلامتی اس امر میں
پہنچاں ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کی طرح عبادات میں تحریف و تصریف نہ کرے۔
اسلام کے سوا دیگر مذاہب نیک ماہوار یا سالانہ تقریبات میں مشریک ہونے
والوں میں کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا، حالانکہ وہ سب ایک ہی مذہب کے
پیرو اور ایک ہی عمل میں مشغول ہوتے ہیں۔ دباؤ طماشیت قلب یا صبغۃ اللہ
جیسی کسی چیز کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کی مسجدیں، حجج
اور دینی مرکز وحدت اسلامی کے رشتہ میں پروردئے ہوئے ہوتے ہیں، ان
میں یکاگلگت اور اتحاد ہے، عقیدہ اور عبادت کی وحدت نمایاں ہے اور
وہ ایک ہی شریعت کے پیرو ہیں۔ اس وحدت کا سہرا دینی ہدایات کی صحت
اور ان کی یکاگلگت کے سر ہے۔ پھر محدثین اور فقہاء بھی لاٹی ختنین ہیں جو اس
امست کے قانونی خزانے کی حفاظت کرتے رہے اور اس کا تعلق اپنے حقیقی
سرچشمہ اور متین نظام سے چڑھ رکھا۔

یہ اجتہاد فقد کی تدوین اور شرعی احکام کا استنباط اپنے اپنے زمانے
اور اپنے اپنے وقت پر ظہور میں آیا اس میں نہ کچھ سُلے ہوا اور نہ بدیں۔ اس

فقہ کا یہ نمطباً تھے الا شیاء اور امور کا نہایت کی بحث کے عین مطابق ہے کیونکہ اس دین کی عالمگیریت اسی امر کی مقاصدی ہے۔ یہ ویسا ہی طبعی اور منطقی تقاضا تھا جیسا کہ علم الصرف، سخن، عربی زبان کے قواعد، بلاغت اور بیان کے علوم کی نشوونما کا حال ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی بنیاد سالیقہ عربوں کے کلام، عربی زبان میں نازل شدہ قرآن حکیم اور شعر عرب پر استوار ہے۔ جب کہ عرب اور عجم کے اختلاط اور اسلام پر عمل کرنے والوں کے لئے تمام عربی علوم کی تدوین کی نسبت فقرہ کی تدوین نیز ادا مزدوری تھی۔ کیونکہ فقرہ ہر مسلمان کی زندگی کا احاطہ کرتی ہے، عبادت اور عقیدہ اس کا مفہوم و رشتہ ہے، اخروی زندگی اور اس پر مرتب ہونے والے ثواب و عذاب، سعادت اور بد سختی نیز مخشش اور بلاکت پر فقرہ کے گھر سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

⑤ پتوختی صدی ہجری سے پہلے لوگوں کی حالت

ہماری گفتگو سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جو لوگ ان بلند پایہ ندایہب اور عالیٰ رتبہ علی طریقوں کی نشوونما کے وقت، ان فقہی مذاہب میں سے کسی ایک لڑکی میں پروردگری تھے اور انہوں نے ایک ہی مذاہب سے اپنا لائق مضبوطی سے جوڑ لیا تھا اور اس سے بال برابر بھی انحراف نہیں کرتے تھے۔ مزید بہ آں اس وقت کا مسلم مخالف ان مذاہب میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اور وہ سب ان مذاہب میں سے کسی ایک کے حضن میں تسلیم ہو گیا تھا۔ فقرہ اور سلم کی تاریخ سے ایسی کوئی

گواہی نہیں ملتی نیز ایسا ہونا انسانی فطرت اور اس دور کے مسلمانوں کی حقیقی زندگی
کے بھی منافی تھا۔ البتہ ایسا بعد کے ادوار میں ضرور ہوا۔ جب ہم اسلامی گینڈر کی رو
سے اس امر کی تجھیہ کرنا چاہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا چونکی صدی ہجری میں وقوع
پذیر ہوا۔ جب یہ مذاہب پختہ اور مکمل ہو کر اپنے ۴ پتنے علاقوں میں پھیل چکے
تھے۔ نیز سیاسی، حکومتی اور تربیتی عوامل بھی اس بارے میں معاون ثابت
ہوتے، اور ان علاقوں کے مسلمانوں کی حقیقی زندگی بھی یہی تقاضا کرتی تھی۔
ہم موجودہ صدیوں میں آنے والے اسلام کے بطل جلیل کا ذکر کرتے
ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انصاف، متوازن فکر، وسعت قلب و نظر نیز حدیث
بنوی اور فقر میں وقت نظر سے لوازاً تھا۔ وہ حکیم الاسلام امام احمد بن عبد الحیم
و ملوکی و متوفی ۱۷۶ھ میں جو شیخ ولی اللہ دہلوی کے نام سے معروف اور
شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ الباخة" کے مصنف ہیں، وہ چونکی صدی ہجری
سے پہلے کے مسلمانوں کی فہری حالت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہیں اس دور
میں اپنی دینی زندگی میں جو مسائل اور مشکلات درپیش ہوتی تھیں تو اس کا
وہ کیا حل تلاش کرتے تھے؟ وہ حجۃ اللہ الباخة کے باب "چونکی صدی ہجری
سے پہلے اور بعد کے لوگوں کا حال" میں لکھتے ہیں،

"جان یجھے۔ کہ چونکی صدی ہجری سے پہلے لوگ ایک ہی مذہب کی
تقلید نہیں کیا کرتے تھے، البرطالب مگر نے اپنی کتاب "وقت القلوب" میں لکھا
ہے کہ بے شک کتابیں اور مسائل کے مجموعے وجود میں آتے رہتے تھے، علماء

کے اقوال، ایک مذہب کے خداوی ہر چیز کے بارے میں ایک شخص کا قول یا حکایت یا اس کے فقہی مذہب کو اپناؤ، پہلی اور دوسری صدی ہجری تک کے لگ اس کے پاندھیں تھے۔

میں کہتا ہوں۔ دو صدیوں کے بعد ان میں تحریک مسائل کا عنصر پیدا ہوا۔ حالانکہ پتھری صدی ہجری کے باشندے ایک مذہب، ایک فرقہ اور کسی ایک شخص کے قول یا حکایت کی تقلید مخفف نہیں کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بعد میں ہوا۔ اس عمل میں عامۃ الناس اور علماء سبھی شامل تھے۔

عوام انساس کا یہ حال تھا کہ اپنے اجتماعی مسائل، جن میں مسلمانوں یا جمہور مجتہدین کے ما بین کوئی اختلاف نہیں ہوتا تھا۔ ان میں صرف صاحب شریعت کی تقلید کرتے، وضو، غسل، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی تہیم اپنے والدین یا اپنے شہر کے علماء سے حاصل کرتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ جب انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو کسی مذہب کا فرق کئے بغیر، انہیں جو صحیح مضائق میسر آتا اسی سے مسئلہ کا حل دریافت کرتے۔

خواص کا یہ عالم تھا کہ وہ اہل حدیث تھے۔ اس لئے حدیث پر عمل کرتے تھے۔ اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے آثار تک اپنے کو مدد و درکشت کسی مسلم کے بارے میں جب انہیں صحیح یا مستفیض حدیث مل جاتی تو اس کی موجودگی میں انہیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ بعض فقہاء بھی اسی پر عمل پر اترتے۔ حدیث نبوی، جمہور صحابہ کے آثار اور تابعین کے اقوال پر

عمل نہ کرنے والے کے پاس کوئی عذر نہیں ہوتا تھا اور نہ آئی وہ اس کی مخالفت کو پسند کرتے تھے۔ جب کسی حدیث میں تعارض ہوتا اور اس میں ترجیح کا پہلو معلوم نہ ہوتا نیز درپیش مسئلہ کا تسلی بخش حل میسر نہ آتا تو وہ لوگ ماضی کے بعض فقہاء کرام کی طرف رجوع کرتے۔ اگر انہیں ہم پر دو اقوال ملتے تو وہ کسی ایک یا ان میں سے ثقہ قول کو اپنایتے۔ وہ اہل مذہب یا اہل کوفہ کے قول میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ ان میں کچھ اصحاب ایسے سمجھی ہوتے تھے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں واضح احکام نہ پاتے تو وہ خود مسائل کا استنباط کیا کرتے تھے اور فقہی مذاہب میں اجتہاد کیا کرتے تھے۔ ایسے لوگ مرد فقہی مذاہب کے باشیوں کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شافعی ہے، فلاں حنفی ہے، اہل حدیث سمجھی ان مذاہب میں سے جس مذاہب سے زیادہ متفق ہوتے اسی کی طرف منسوب ہوتے تھے، مجتہد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قاضی یا مفتی نہیں ہوتا تھا اور فقید کو مجتہد کے نام سے ہی ہو سوم کیا جاتا تھا۔ ان صدیوں کے بعد لوگ اپنی اپنی پسند کا نسبت اپنانے لگے۔

④ متبع رسولؐ کی اجتہادی فکر

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایسے مقلد کے بارے میں کیا انصاف کی بات کہتے ہیں۔ جو درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ارادہ رکھتا ہو یہیں وہ کتاب و سنت سے ثابت شدہ شرعی حکم نک برداہ راست رسانی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ایک عام شخص ہے یا وہ دوسرے امور میں مشغول ہے یا (قرآنی)

نصولیں تک رہنمائی کرنے والے وسائل اسے میسر نہیں یادہ ان نصولوں سے مسائل کا
استنباط نہیں کر سکتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ ابن حزم کا یہ قول نقل فرماتے ہیں
”تفید حرام ہے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ دلیل کے بغیر وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخص کا قول اختیار کرے۔“

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ ابن حزم کے اس قول میں کوئی شبہ نہیں کرنی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے علاوہ کسی اور کا قول دین نہیں ہوتا، اللہ اور اس کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال کردہ امور کو ہی حلال، اور اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے حرام کردہ امور کو ہی حرام جانو، لیکن جب کوئی شخص جب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے ناواقف ہو، احادیث کے اختلافات میں مطالبت
پیدا کر پائے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے مسئلہ کا
استنباط کر سکے تو وہ ہدایت یا فتنہ عالم کی پیری کرے۔ کیونکہ وہ عالم جو کچھ کہتا اور
جو فتویٰ دریافت ہے اسے معلوم ہے کہ وہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا
پیرو ہے۔ اگر اس کے خیال سے اختلاف ہو تو اس سے جھگڑا کئے بغیر ادا پانی رائٹے پر
اصرار کئے بغیر بات ختم کر دے کیونکہ اس حقیقت کا کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے کہ
فتاویٰ پوچھنا اور فتویٰ دینا مسلمانوں کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وحد سے راجح
رہا ہے۔ اس امر میں کوئی فرق نہیں کہ جیشہ ایک ہی فتویٰ پوچھا جائے یا کبھی کبھی فتویٰ
دریافت کیا جائے۔ جبکہ ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر اجماع است ہے، ایسا کیوں نہ
ہو؟ کیا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتویٰ پر ایمان نہیں رکھتے؟ جو اللہ تعالیٰ نے

نہیں وحی کے ذریعے عطا کیا اور ان کی اتباع ہم پر فرض کی کیونکہ مخصوص ہیں۔ اگر ہم مجتہدین میں سے کسی ایک کی تقیید کرتے ہیں تو یہ اس یقین کے ساتھ ہے کہ ہمیں حکوم ہے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا عالم ہے۔ اس کا قول یا تو کتاب و سنت کی صریح نص سے ثابت ہو گایا ان سے موجود طریقے سے استنباط کیا گیا ہو گا، یا قرآن سے جانایا کہ ہماری مظلوم برشکل کا حل اس طرح سے ہے۔ اس علم سے ایسے مجتہد کا دل مطمئن ہو گیا اور اس نے ان امور کو جن کے بارے میں کوئی نفس نہیں، ایسے امور پر قیاس کیا جن کے بارے میں کوئی نفس موجود ہے۔ گویا وہ کہتا ہے..... میں نے گھمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی یہ علت موجود ہو تو اس کا حکم یوں ہو گا۔ قیاس کرنے والا اس عموم میں اضافہ کر سکتا ہے اور یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو گا۔ لیکن مجتہد کا طریقہ کا ظنی ہو گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمان کسی مجتہد کی تقیید کیوں کرتے۔ اگر ہمیں مخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی اتباع ہم پر فرض کی گئی، کی صحیح سن دو ای حدیث مل جائے جو کسی فقہی مذہب کے خلاف ہو اور سہر ہم نے حدیث کو چھوڑ دیا اوس کا ظنی ہات کی پریروی کی تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہو گا اور قیامت کے دن رب العالمین کے حضور ہمارے پاس کوئی عذر نہیں ہو گا۔ ۲۷

۷ نماہب الراجعہ کی خصوصیات

شاد ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بلند پایہ رسالۃ عقد الجمیع فی احکام الاجتہاد والتفییض

میں چاروں مذاہب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

”جان لیجئے۔ ان چاروں مذاہب کو اپنائے میں مہبت بڑی مصلحت ہے۔“

۱۔ ان سب کو چھوڑنے میں بڑا خدا ہے۔ ہم اس کے اباب بیان کرتے ہیں۔

بہلا سبب یہ ہے کہ امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ وہ شریعت کو جانشکے لئے اپنے اسلاف پر اعتماد کرتی ہے۔ تابعین نے ان امور میں صحابہ کرام پر اعتماد کیا اور یہ عمل ہر طبقہ میں جاری رہا۔ علمائے کلام اپنے سے بہلوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ عقل بھی اس کی اچھائی کی طرف رہنما فی کتفی ہے کیونکہ شریعت، روایت اور استنباط سے ہی جانی جاتی ہے اور روایت اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک پہلے گروہ وہ سے مل کر روایت نہ کی جائے۔ اسی طرح استنباط کے لئے متقدمین کے مذاہب کا علم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ ان کے اقوال سے الگ نہ ہو جائیں اور اس امر پر استوار اجماع فتح نہ ہو جائے اور پہلے افراد اس بارے میں معاون ثابت ہوتے ہوئے ہیں کیونکہ تمام صفتیں جیسے صرف، سخو، طب، شتر، لوہے کا کام، تجارت اور کپڑے زنگنا اسی وقت حاصل ہوتی ہیں جب ان کے ماہرین سے تعلق استوار کیا جائے۔ ماہرین سے تعلق قائم کئے بغیر ان صفتیں کا سیکھنا شاذ نادر ہی مکن ہوتا ہے اگرچہ عقلی طور پر الیسا ہونا ممکن ہے۔ جب اسلاف کے اقوال پر اعتماد قائم ہو گیا وہ صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مجھے ہوں اور وہ کتب تفصیلی ہوں تاکہ مختلف محققین اقوال میں سے قابل ترجیح قول کی وضاحت کی جاسکے۔ بعض مقامات پر ہم عام کی تخصیص کریں، بعض دوسرے مقامات پر مطلق کو مقید بنایں، اختلافات کو جمع

کریں اور احکام کی علیتیں بیان کریں۔ بصورت دیگر ان پر اعتماد درست نہیں ہوگا۔ ان
آخری ادوار میں مذکورہ بالا چاروں شاہزادے کے علاوہ کوئی اور ایسا نہیں موجود
نہیں ہے۔ ۵

⑧ اجتہاد کی ضرورت، جدید نسل کی کوتاہی

اجتہاد کی ضرورت کے بارے میں آج کل بہت سی باتیں ہو رہی ہیں۔ یہاں
تک کہ یہ ترقی اور جدّت کے لئے نظرہ اور علمت بن گیا ہے۔ بلاشبہ یہ وقت کی اہم
ضرورت ہے اور اس دین کی ضروریات میں سے ہے جو زندگی کو آگے بڑھانا اور اس
کی قیادت کرتا ہے۔ یقیناً تہذیب، صنعت اور تجارت اس حد تک ترقی کر لچکی ہی کہ
اندازہ گزنا مشکل ہے، نئے اسلوب پیدا ہو چکے ہیں، معافات اور تجارتی امور الیہ
فقہی حکم کا مطالبہ کر رہے ہیں جن کی بنیاد اسلامی شریعت کی روشنی میں اسلامی
اصولوں اور اصول فقیر پر قائم ہو۔

لیکن جو لوگ شرعی مسائل اور آج کی ایجادات کے بارے میں صدائے اجتہاد
بلند کر رہے ہیں۔ یعنی عالم اسلام کے فکری قائدین، سیاسی اور انتظامی رہنما، عرب
مذاکر میں بیرونی یونیورسٹیوں کے خارج الحصیل نوجوان اور اپنے مذاکر کی یونیورسٹیوں
کے خارج الحصیل نوجوان۔ ان کی عربی تہذیب کے لئے ایسی صلاحیت، ذہانت اور
قوت ارادہ پا یہ ثبوت کو نہیں پہنچی جس میں بہادری، وانائی شامل ہوتا کہ وہ عربی
تہذیب کے طرقوں، اس کی خامیوں اور خوبیوں اور معاملات میں خام مال کی طرح

اپنے راستے اگ کریں۔ حبیں سے ایسی ثقافت و جوڑ میں آئے جو دینی تعلیمات، عصری ضرورتوں اور مشرقي مسلم اقوام کی طبیعت کے مطابق ہو جس سے وہ ایسا نظام ترتیب دیں جو اس امت کی لعنت کے مقاصد کی تکمیل کرے اور ان اقوام کو راہ رکھائے جو مادیت کے چیزوں میں بخوبی ہوتی ہیں۔ جب مذرب سے کوئی چیزیں تو پہلے اس گرد و عنابر کو صاف کر لیں جو تاریخ یورپ کے دور تاریک میں اس پر گنج بھی ہو، حالت یہ ہے کہ آج ہم یورپ سے جو کچھ لے رہے ہیں دہ ایک اعصابی کشکش اور نفیاتی الحبیں کی کیفیت میں لے رہے ہیں، جبکہ واقعی یہ ہے کہ یورپ کے ان علوم کی آج ہیں میرے سے مزورت ہی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے اختصاصی میدانوں میں ایسا کردار ادا کیا ہے کہ جو دلوں نظاموں کو مربوط کرتا اور تربیتی نظام میں آزاد اسلامی رنگ بھر دیا، یہی عمل اجتہاد کے مشاہد ہے جو ان کے فکر کی اور قیادت کے دار کی تکمیل کرتا۔ لیکن یہ قدم سے انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے قول سے جلد ہی دست بردار ہو جاتی ہے اور دوسروں سے مطابر شروع کر دیتی ہے کہ وہ اس کا فریضہ ادا کریں۔ اس راستے کے علی الاعلم جو قابل موافذہ نہ سمجھی جاتے۔ درحقیقت شرعی سائل اور عصری ایجادات کی موجودگی میں اجتہاد کی مزورت رو روش کی طرح عیاں ہے اس میں اخلاق کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ شرعی علوم کے ماہرین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میدان میں اپنا قائدانہ اور اساسی کردار ادا کریں اور اس مقیمتی سرمایہ سے استفادہ کریں جو "اصول فقہ" کے نام سے موسوم ہے جس کی نظر احکام و مسائل کے استنباط کے میدان میں دوسرا سی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ یہ واضح حقیقت ہے کہ

زمانہ کی دوڑ کو نہ روکا جاسکتا ہے، نروہ معطل کیا جاسکتا اور نہ ہی ناصی کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے۔ جبکہ اسلام آج ان اقوام اور معاشروں کا دین ہے جنہیں یہ مسائل درپیش ہیں اور جنہیں ان کا ہر روز سامنا ہوتا ہے۔

⑨ بعض علاقوں اور ادوار میں اجتہاد کے معطل ہونے کے اسباب

مختلف ادوار اور مختلف علاقوں میں امت اجتہاد پر قائم رہی اور علمائے کرام صحیحی اس پر عمل پیرا رہے۔ جس کی مثالوں اور بیانوں سے چاروں نواہب کی فقہی مکتب پڑھیں۔ تاتاری حملوں کے بعد یہ ادارہ (اپنے جدید بیانوں میں) پشیدگی اور بگزروی کا شکار ہو گیا۔ تاتاری یینار کی وجہ سے ذہانت اور ثقافت کے سوتے خشک ہو گئے اور جو اقوام تاتاری اور بیانوں حکومت کے زیر اشآمیں وہ مسلح اور غیر مسلح فوج کشی کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ چنانچہ مسلمان علماء خاص طور سے عالم اسلام کے مشرقی حصہ کے علماء نے اس دور میں اجتہاد کے ارتقاء میں رکاوٹ محسوس کی جس کے اسباب حکام کی سختی کا خوف، سیاسی اور افرادی مصلحتیں، نفع سے زیادہ نقصان۔ بعض اوقات اجتہاد دین میں تحریف اور اس امت کے جماعتی انحراف کا باعث بنا۔ یہ سب کچھ وقتی تحا اور ابتدا ہی سے اس اصول پر قائم تھا کہ فائدہ کے حصول کی بجائے نقصان کو دور کیا جائے۔

اب اس دروازے کا کھونا لازم ہو چکا ہیکن انہیں شرائط کے ساتھ یہ

در واڑہ کھل سکتا ہے جو اصول فقر کی کتب تک مذکور ہیں اور مستحسن امر یہ ہے کہ کسی خاص ضرورت کے علاوہ) اجتہاد انفرادی نہ ہو اور یہ جماعتی اور علمی اداروں کا کام ہوتا کہ ماہرین کے ساتھ تبادلہ افکار، گھراغور و خوض، کتاب و سنت کی روشنی میں مشکل کی چنان پیشک ہو، تاکہ فقر اور اصول فقر کے گرانقدر سرمایہ سے مکمل استفادہ کیا جاسکے اور اس میں سازشیں اور دسیس کاریاں داخل نہ ہوں اور کسی بیاسی طاقت یا خود منما حکومت کو رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

⑩ اجتہاد کی حدود

بعض مبلغین کی باتوں سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ جدید تہذیب یا فرضیتی، یونیورسٹی کے پڑھوں طلبہ اور اسلامی حمالک کے بعض حکمرانوں کو اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ہر مسئلہ میں مطلق اجتہاد کی دعوت اور بوسپہ گی کے باوجود مغربی اقدار اور عصری طریقے اپنانا گویا ایسا ہے کہ زمانہ اس طرح چل رہا ہے جیسے پہلے دن اسلام آیا تھا، انسانی معاشرہ پچھے کی طرف الٹی چال چل پڑا ہے اور فقہاء اور مجتہدین نے مااضی میں جو کچھ کیا تھا وہ سب کچھ منا لٹھ ہو گیا، ان کی آزاد اور حاصل مطالعہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہیں گے بلکہ اس دور کی طبیعت اور حقیقی زندگی سے اسے کوئی موافق نہیں رہی۔ یہ ایسا نکتہ نظر ہے جو سطحیت، لاپرواہی اور اس پر پہنچنے سے کے سامنے سمجھا ڈالنے کا نیت ہے۔ وقت حاضر کا ادب جس پر و پہنچنے سے کے ذریعے اس کی ترقی اور زمانے کے حالات کی ایسی تعمیر پیش کرتا ہے جو لوگوں کو حیرت

بیں وال دیتی ہے وہ سوچتے ہیں کہ گویا وہ آج ہی پیدا ہوتے ہیں اور دنیا میں کوئی بھی
بڑی ایسی موجود نہیں جو کل کی اشیاء سے مشابہت رکھتی ہو۔ یہ حقیقت سے زیادہ تخلی
تصویر ہے اور صورت حال کو منطقی اور حقیقی انداز سے بیان کرنے کی بجائے جذبہ باقی
انداز میں مبالغہ کے ساتھ ہمیشہ کیا جا رہا ہے۔

۱۱) تغیر نپریز دنیا میں اسلام

آخرین چاہتا ہوں کہ یہاں اپنا وہ خطیبہ نقل کروں جو میں نے اس سیمینار
کے انتہا جی اجلاس میں پڑھا تھا جو علی گڑھ اسلامی یونیورسٹی میں ”تغیر نپریز دنیا میں
اسلام“ کے موضوع پر منعقد ہوا تھا۔

”عام طور پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ زمانے کو قرار نہیں بکھر وہ تبدیلی کا دروس نام
ہے۔ لیکن معاملہ اس طرح نہیں ہے بلکہ زمانہ دو اشیاء سے مرکب ہے۔ ایک تبدیلی
اور دوسرا تسل۔ جب ان دونوں میں توازن فائم نہ رہے تو گویا تسل نے تبدیلی پر علبہ پالیا
یا بتبدیلی تسل پر مسلط ہو گئی۔ جس کے خطرناک نتائج معاشرے اور تہذیب پر ترب ہوں
گے۔ زمانہ کے توازن میں کسی بھی کمیاٹی مرکب سے زیادہ تناسب درکار ہوتا ہے۔“

زمانے کو تبدیلی پر قدرت حاصل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ تبدیل ہو۔ لیکن
یہ اس میں بحتر درستی یا اس کے ناقص ہونے کی علامت نہیں بلکہ یہ قانون زندگی ہے۔

جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا،

جاداں پیغم رو ان ہر دم جواں ہے زندگی

بجز زندگی ترقی سے عاری ہوا سے زندگی نہیں باقی سب کچھ کہا جاستا ہے۔

اس کے علاوہ تبدیلی کی مخالفت کرنے کی صفت بھی زمانے کو لاتی ہے۔ تبدیلی کے مظاہر ہم واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ ہم بہن سے ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ زمانہ کس قدر تبدیل ہو گیا۔ ہم روزمرہ کے امور کے تجربے میں زمانے کی اکھاڑ پچھاڑ کی وجہ سے ہم آشیکی نہیں پاتے کہ وہ اپنے نئے خواص، اپنی حقیقی طبیعت اور صفات کی حفاظت کر سکیونکر یہ سب کچھ خاص طرح کی ناٹک و سکوپ کا متناہی ہوتا ہے۔ دریا کو لیجئے جو حرکت کی علامت ہے۔ اس کی دلہریں بالکل کیاں نہیں ہوتیں حالانکہ اس کی ہر یہ گذر جانے والی ہیں اور دریا اپنی جگہ ہزاروں سال سے قائم اور اپنی تمام خصوصیات، نام اور رخ کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ دریائے دجلہ، فرات، فانگ اور جامونا زمانہ قدیم سے ایک ہی طرح سے ہیں۔

وقت متاخر ہونے کے ساتھ ساکن بھی ہے۔ اس کی یہ دونوں صفات جو ہری ہیں۔ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے بغیر موجودہ طریقہ سے اپنے فائدے کی حفاظت نہیں کر سکتا، کیونکہ مشیت اور منفی قوتیں دنیا میں موجود نہیں اور غیر نامی اشیاء پر اپنا عمل جاری رکھتی ہیں۔ جبکہ عمل اور رو عمل کے ذریعے ہی یہ اشیاء اپنی برقرار رکھتی ہیں۔

۱۲ دین ہی زندگی کا محافظ ہے

دین کا مطیع اور پیر و ہوتے ہوئے میرے لئے کبھی ممکن نہیں کر میں

کسی بھی ایسی تبدیل شدہ حالت کو تسلیم کرلوں جس کا دین حل پیش نہ کرتا ہو، آپ بھی ایسی
کسی بات پر متفق نہیں ہو سکتے، کیونکہ دین آلمہ حرارت کا نام نہیں جو ایک حد کے بعد
گرمی ریکارڈ کرنے سے قاصر ہے اور نہ ہی وہ قطب نما ہے کہ ہواوں کا رخ متین
کرے۔ ان الفاظ سے دین کی تعریف نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ مغربی
اذاروں کی طرح ہو، ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ چاہتا ہو کہ دین وقتی
تبدیلوں کے ریکارڈ کے طور پر کام کرے کسی خود ساختہ دین کے لئے بھی ممکن
نہیں کہ وہ یہ صورت حال پرداشت کرے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل
کردہ دین ایسا ہو؟

لے شک دین واقعی حقیقت کی طرح تبدیلی کا اعتراف کرتا ہے اور درست
تبدیلی کے تحت معاملات کو چلنے کے کامل موقع ہتھیا کرتا ہے۔
دین زندگی کے دوش بد و شر ترقی کرتا ہے اور ایک تابع کی حیثیت سے
اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ اور یہ امر دین کے فرائض میں سے ہے کہ وہ مفید اور نیز
مفید کو تعمیری اور تحریکی تبدیلی کے ما بین امتیاز کرے اور دین کے لئے منوری ہے
کروہ نشان دہی کرے کہ کون سی تبدیلی انسانیت یا کم از کم اس کے پیروکاروں
کے لئے مفید پا مضر ہے۔

ایک طرف تو دین فعال زندگی کے دوش بد و شر چلتا ہے تو دوسرا طرف
وہ محافظ اور مگران کا کام سر انجام دیتا ہے کیونکہ مگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری
بھی اسے ہی سونپی گئی ہے۔